ضبط و ترتیب : ادارۂ الحق

افادات ختم بخاری شریف

اس سال ۲۳ رجب ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۱ جولائی بروز پیر دار الحدیث میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ختم بخاری شریف کی تقریب میں علالت کے باوجود حسب ذیل خطاب فرمایا۔ اس سے قبل آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی۔ اس خطاب میں دار العلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے تقریباً ایک سو تیس فضلاء سے آئندہ ان کی علمی و عملی زندگی سے متعلق نہایت قیمتی نصائح فرمائے گئے۔ دار العلوم میں عام سیاسی اور ہنگامی حالات اور بحرانوں کے باوجود بحمد اللہ تعلیمی سلسلہ نہایت خوش اسلوبی سے تکمیل تک پہنچا۔ شعبان کے پہلے ہفتہ میں سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ (ادارہ)

محترم بزرگو! علماء، اساتذہ، اراکین اور بعض مہمانوں کا اجتماع ہے۔ کل اور پرسوں بھی ختم بخاری کا ارادہ تھا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ انشاء اللہ پیر کے دن تمام اساتذہ کی موجودگی میں ختم ہو ایک دو اساتذہ کا انتظار رہا۔ عذر کی وجہ سے میرا ارادہ تھا کہ ختم بخاری شریف کیلئے بعض حضرات اکابر کو بلایا جائے، پھر خیال ہوا کہ دار العلوم حقانیہ کے سارے امور بغیر کسی تکلف کے ہیں۔ ۳۰ سال سے نہ افتتاح کے لئے کوئی اہتمام کیا گیا ہے۔ نہ اختتام کے لئے بلکہ اپنے ساتھی جمع ہو کر دعا فرما لیتے ہیں، محض سادگی ہے، اس سادگی کو ملحوظ رکھ کر بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اگرچہ کمزوری اور بیماری ہے مگر آخری حدیث کی تلاوت کر لوں۔

محترم بھائیو! تقریر کی نہ ضرورت ہے نہ اس کا اہل ہوں۔ کہ آپ کے سامنے کچھ عرض کروں۔ بخاری شریف اور دیگر کتب آپ نے ختم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آج آپ علماء ہیں اور نئے مقام پر ہیں اور علماء دولتمندوں کے، حکومت کے اور بڑے بڑے لوگوں کے وارث نہیں ہوتے، نہ ہم میں سے کوئی قارون کا وارث ہے۔ نہ کوئی نمرود کا وارث ہے، نہ شداد کا۔ اور شکر الحمد للہ کہ بھٹو سے بھی اللہ تعالیٰ نے خلاصی دیدی۔ ایک بھی ہم میں ایسا نہیں مگر آج خدا کے نزدیک آپ لوگوں کا جو درجہ ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ معمولی درجہ نہیں، کل مخلوقات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ بلند ہے۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام میں درجہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا بلند ہے

تفصیل کا موقعہ نہیں اور تفصیلات آپ پڑھ بھی چکے ہیں۔ آج آپ وارث الانبیاء بن گئے، آپ کے سروں پہ وراثت انبیاء کا تاج رکھ دیا گیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ کل مخلوق میں اونچا ہے، مرتفع ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کے بارہ میں کسی نے ایک عالم سے پوچھا، غالباً امام شافعیؒ سے کہ مجدد اوّل حدیث کے مدوّن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بہت بڑی ہستی ہیں، ان کا درجہ اونچا ہے، یا حضرت معاویہؓ کا۔ انہوں نے نہایت غصہ میں جواب دیا کہ حضرت معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اقدسؐ کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوئے اُس گھوڑے کی نتھنوں کی گرد و غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔ صحابیت کا بڑا مقام ہے۔ تو نبوت کا تو حد سے بڑھ کر اونچا مقام ہے۔ اور آج آپ لوگوں کو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے وراثت کا درجہ اپنے فضل و کرم سے دیدیا۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا۔ اور پھر طالب العلم بنایا۔ اور وہ بھی حدیث کی طالب العلمی امام بخاریؒ اس آخری حدیث — سبحان اللہ وبحمدہ — کی شکل میں اس نعمتِ عظیمہ پہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا فرما رہے ہیں۔ حمد پہ مشتمل جملے امام اسی لئے لا رہے ہیں کہ شکریہ ادا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کتاب کی تصنیف کی توفیق دی۔ لاکھ احادیث سے امام بخاریؒ نے انتخاب فرمایا۔ اور ایسے طریق سے کہ ہر ترجمۃ الباب کے لئے رکنؒ مقام کے درمیان مواجہہ شریف میں روضۃ من ریاض الجنۃ کے سامنے استخارہ کر لیتے، غسل کر لیتے، صاف اور نئے کپڑے پہن لیتے، خوشبو لگا لیتے، پورا اطمینان ہو جانے کے بعد حدیث درج فرماتے۔ سولہ سال میں یہ کتاب آپ نے تصنیف فرمائی، آپ تو سال آدھ سال میں پڑھ لیتے ہیں۔ مگر امام جیسے ذہین شخص نے اتنا اہتمام فرمایا۔ بچپن میں درسِ حدیث سننے کے شوق میں آکر حلقۂ درس میں سب سے پیچھے بیٹھ جاتے، لوگ احادیث لکھتے، آپ لکھتے بھی نہیں ویسے ہی خاموش بیٹھے رہتے، بڑے طلبہ مذاق کرتے کہ آپ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ لکھ بھی نہیں سکتے تو فائدہ کیا ہے۔؟ جاؤ اپنا کھیل کود کیا کرو۔ لیکن سولہویں دن امام بخاریؒ نے اپنے رفقاء درس سے کہا کہ آپ وقت کی بربادی کا الزام مجھ پہ لگاتے ہیں۔ ان ۱۵ دنوں میں پندرہ ہزار احادیث استاذ نے سنائی ہیں۔

اس زمانہ میں درسِ حدیث میں لغوی اور اعرابی تحقیقات فقہی تحقیقات نہ ہوا کرتی بلکہ عبارت اور قرأت اور سماع پر اکتفاء ہوتا۔ اسے سرد الحدیث کہتے ہیں۔ اور اصل دورہ بھی یہی ہے۔ مقصد سند کا حضور اقدسؐ سے اتصال ہے۔ یہ علم اللہ بخشتا ہے۔ واللہ یعطی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم کی تقسیم فرماتے ہیں۔ وہ تقسیم شدہ علم صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوا، پھر ان سے تابعین کو ان سے تبع تابعین کو ھکذا الی یومنا ھذا۔ اساتذہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ اب ہمارے ان سینوں میں جو علوم ہوں گے، وہی ہوں گے جو اساتذہ سے حاصل ہوتے۔ اور

اساتذہ نے تابعین اور تابعین نے صحابہؓ سے اور صحابہؓ نے حضور اقدسؐ سے حضورؐ نے جبرائیل امین علیہ السلام سے اور جبرئیلؑ نے اللہ مجدہٗ سے حاصل کئے۔ فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی - یہ احادیث — سرالحدیث — سے سند متصل ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کھیت کو سیراب کرانا ہو تو دریا اور سمندر سے نالہ کھیت کو سے آتے ہیں، اب اس نالے کے ذریعے پانی آکر کھیت کو سیراب کر لیتا ہے اور اگر نالہ نہ ہو یا پائپ لائن نہ ہو اس دریا کے نزدیک متصل کوئی کھیت ہو مگر ذریعہ اتصال نہیں تو دریا سے کھیت کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو اساتذہ کی سند اساتذہ سے لیکر حضور اقدسؐ تک اور اللہ رب العزت نے یہ وحی نازل فرمائی:

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ

یہ وہی ذریعہ اتصال ہے۔ یہی سرالحدیث اصل چیز ہے، آج طلبہ کہتے ہیں کہ چلئے اساتذہ فلاں مقام پر تحقیق نہیں کریں گے ویسے عبارت پڑھی جارہی ہے، جاکر کہیں کمرہ میں آرام کریں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ جو حدیث درس میں استاذ سے نہ سنی کل اُس کے بارہ میں — حدثنا یا اخبرنا نہیں کہہ سکتے کہ جو پڑھنا نہیں اسکی سند استاذ سے متصل نہیں ہو سکتی

غرض یہ کہ امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث اگر پندرہ دن میں سن لیں تو تعجب نہیں، اس لئے کہ وہ دور — سرالحدیث — کا تھا۔ صرف حدیث کی عبارت اور سند سنائی جاتی، تو امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث ساتھیوں کو حافظے سے سنا دیں، انہوں نے بھرپور امتحان لیا۔ اس سے امام بخاری کی ذہانت کا اندازہ لگتا ہے۔ پندرہ سولہ برس کی عمر میں امام عبداللہ بن مبارک وکیع اور امام ابو حنیفہؒ جیسے ائمہ کے علوم ازبر ہو گئے، امامؒ نے اس کتاب کی تصنیف سولہ برس میں فرمائی چھ لاکھ احادیث سے انتخاب اور زبردست شرائط کے ساتھ کہ — مارواہ عدلٌ تام الضبط بسند متصل خالیاً عن الشذوذ والعلۃ — پھر طالب اور استاذ کے درمیان ملاقات یقینی ہو، طویل ملاقات، طویل الملازمۃ مع الشیخ — کتنی کڑی شرائط۔ امام مسلمؒ نے تو اتنا کہا کہ ملاقات ہوئی ہو، مگر تتبع علماء کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے نہ صرف ملاقات بلکہ طویل الملازمۃ مع الشیخ راویوں کا بھی التزام رکھا ہے۔

امام بخاریؒ کے علم اور زہد کی نظیر اپنے دور میں نہ تھی۔ ایک دفعہ آپؒ بہت بیمار ہو گئے، حکماء نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو کسی ایسے راہب کا قارورہ ہے، جس نے عرصہ سے کوئی سالن نہیں کھایا۔ امامؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک مدت سے سالن کے بغیر جَو کی روٹی خشک کھا رہا ہوں۔ تو حکماء کے اصرار و منت سماجت سے شب و روز میں تین بادام کھانا قبول کر لیا۔ یہ غربت کی وجہ سے نہیں، وہ خود بھی اور ان کے والد ماجد بھی امراء میں سے تھے۔ کسی نے ۲۵ ہزار روپیہ ان سے چھین لیا۔ یعنی رقم دبالی، کسی نے کہا

گورنر آپ کا مرید ہے۔ اس کے ذریعہ وصولی کا انتظام کریں۔ فرمایا گورنر کے ذریعہ میں قرض نہیں وصول کرتا یہ حاصل تو ہو جائے گا مگر کل گورنر مجھ سے بھی کوئی توقع رکھے گا۔ اور عالم سے تو یہی طمع ہو سکتا ہے۔ کہ فلاں مسئلہ پر دستخط کر دو، فلاں فتویٰ دیدو۔ تو فرمایا میں اپنا دین دنیا کے عوض نہیں بیچ سکتا، پچیس ہزار روپے چلے جائیں تو کوئی بات نہیں، والدین بھی اللہ نے ایسے دئے تھے۔ حضرت اسماعیل ان کے والد ماجد ہیں ان کے ایک شاگرد ابوحفص ہیں غالباً، فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل نے وفات کے وقت مجھ سے کہا کہ میں جبکہ اللہ کے دربار میں جا رہا ہوں تو مجھے چونّی کے برابر بھی محاسبہ کا فکر نہیں کہ اللہ اسکی بازپرس کرے۔ وہ اتنے مطمئن ہیں کہ الحمدللہ زندگی میں میرے ہاتھوں ایک چونّی کے برابر بھی خیانت نہیں ہوئی نہ کسی کی حق تلفی ہوئی کہ اب خدا اس کا حساب مانگے۔

حق العبد اور حق اللہ کے بارہ میں اتنا محتاط تھے ــــــ امامؒ کی والدہ ماجدہ بھی ولی تھیں، بچپن میں اور پھر جوانی میں ان کی بینائی زائل ہوئی، تو ماں دعائیں دیتیں۔ تو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس قرۃ العین کو نور بصر دیدے، ایسی پاکباز ہستی امام بخاریؒ کا گذر اوقات خشک روٹی اور تین بادام سے ہے۔ یہ روٹی ہے اور یہی سالن ہے۔ ان ایام میں طلبہ حدیث پر ۵ - ۵ سو درہم روزانہ خرچ کر دیتے اللہ کی راہ میں انفاق کا یہ عالم مگر خود زہد و تقشف کی ایسی زندگی۔ اور پھر تصنیف ایسی کہ ہر حدیث لکھنے سے قبل غسل اور دو رکعت نفل۔ تقریباً تمام روایات بخاری مقطوعات اور غیر مقطوعات ملا کر نو ہزار بنتے ہیں اور سندات کچھ اوپر سات ہزار مکررات نکالنے کے بعد کوئی دو ہزار بتلاتا ہے۔ کوئی چار ہزار تو کئی لاکھ احادیث میں چار ہزار کا انتخاب، اتنا سخت معیار اور کڑی شرائط، اگر ۹ ہزار احادیث سمجھیں تو گویا اس کے لئے اٹھارہ ہزار رکعت تو نفل ادا کئے گئے۔

ــــــ تو اس کتاب کی عظمتوں کی نظیر نہیں، متقدمین کی ۵۳ سے زائد شروح ہیں۔ مگر آج بھی علماء کہتے ہیں کہ ابھی بخاری کے ابواب و تراجم کی تشریح کا حق ادا نہیں ہو سکا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ابواب و تراجم کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جب عینی، قسطلانی، فتح الباری اور ایسی بڑی بڑی شروح دیکھ کر پھر شیخ الہندؒ کا وہ مختصر رسالہ دیکھو تب حیرانگی ہو جاتی ہے۔ اور تب پتہ چلتا ہے۔ کہ کتنی نئی باتیں ابھی تک مخفی تھیں، تو کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے بخاری پڑھ لی تو اس کے سارے علوم بھی حاصل کر لئے۔ چھ ماہ کی دوڑ میں ہم فضلاء بن گئے۔ کسی بھی وقت اپنے آپ کو فاضل نہ سمجھیں، جو اپنے آپ کو فاضل اور عالم کہے وہ تو تباہ ہی تباہ ہے۔ اپنے آپ کو عالم کہنا اور مدرک کہنا بڑی جہالت ہے۔ امام مالک کا کتنا بلند مقام ہے۔ چالیس مسائل میں ان سے دریافت کیا گیا تو

۳۶ مسائل میں انہوں نے کہا لاادری۔ (مجھے معلوم نہیں) اور چار مسائل کا جواب دیدیا۔ اور اب تو ملا آں باشد کہ چپ نہ شود والی بات ہے۔ لوگ دو کتابیں پڑھ کر ہر بات میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ اور کوئی جرح کرے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کدو کے اور ان تو نہیں پڑھے کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم چوں من دیگرے نیست۔

—— تو یہ کتاب جو تقریباً ۳۴۵۰ متراجم الابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ جزائری نے اتنا تخمینہ لگایا ہے ان عنوانات سے حدیث کا ربط اور مسائل متعلقہ کا استنباط اور مناسبت چند ماہ کے درس و مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ذکاوت اور فہم دے۔ جب امامؒ جیسے ذہین و فطین نے سولہ برس میں اسے مکمل کیا تو ہم اگر ساٹھ سال بھی اس سے مزاولہ اور مطالعہ کا تعلق رکھیں تو شاید کوئی مناسبت پیدا ہو جائے۔

آپ نے دورہ پڑھ لیا، تو الحمدللہ احادیث کا ایک راستہ معلوم کر لیا کہ ائمہ کرام کیسے استنباط فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے ایک دفعہ ایک طالب العلم نے ذکر کیا، آپ مسلم پڑھا رہے تھے تو سبق میں اس نے کہا حضرت اس حدیث سے امام نوویؒ نے اتنے مسائل مستنبط کئے ہیں، تو حضرت شیخ الہندؒ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اب میں اس حدیث سے استنباط کرتا ہوں۔ تو چالیس سے زیادہ توجیہات اور مسائل کا استنباط فرمایا۔ یہ اس مطالعہ اور تعلق کا ثمرہ تھا جو کتاب کیساتھ قائم ہو چکا تھا۔

تو یہ حدیث بخاری شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، ابوداؤد شریف، مسلم شریف، موطائین سنین الشریفین میں ہم نے صرف راستہ معلوم کر لیا۔ اب تتبع اور استقراء کبھی نہیں چھوڑو گے، ایک بات یہ ہے کہ بہت گہرا اور بہت ٹھوس مطالعہ کیا کرو۔ بغیر مطالعہ کوئی چیز مت پڑھاؤ۔

دوسری بات یہ کہ حتی الوسع علماء کے باہمی اختلافات اور جھگڑوں سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ امام بخاریؒ سے تین دن لوگ بار بار آ آکر پوچھتے رہے کہ —— ماتقول فی خلق القرآن —— خلق قرآن کے مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ تو امامؒ تین دن تک فرماتے ہیں، ٹالتے رہتے ہیں۔ پھر محمد بن یحییٰ الذھلی نے مجبور کر دیا۔ تو اتنا زبان سے نکلا کہ —— لفظی بالقرآن مخلوق —— جس کی تشریح کے لئے علماء کے مباحث ہیں اور بخاری کے تیسویں پارہ میں آپ تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔ بہر تقدیر امام بخاری جیسی بڑی ہستی نے کتنا دامن بچایا کہ اختلافی مسائل میں الجھ نہ جائیں اور امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کو رخصت کرتے تو نصائح فرماتے کہ نماز کی پابندی کرو گے۔ اور من جملہ نصائح کے یہ بھی فرماتے کہ اگر کہیں گئے تم لوگ اور کسی نے پوچھا کہ فلاں مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کی کیا رائے ہے، تو تم میری رائے چند مزید علماء کی آراء

پیش کرنے کے بعد پیش کیا کرو۔ صرف میری رائے مت بتلایا کرو۔ مثلاً امام مالکؒ وکیع وغیرہ کے ساتھ ابوحنیفہؒ کی رائے بھی پیش کر دی، اسے حق چھپانا نہیں کہا جاتا۔ یہ تبلیغ ہے۔ علی وجہ الحسن ——— امام ابوحنیفہؒ کا مقصد یہ تھا کہ جب اپنے بلاد و اوطان جاؤ تو وہاں کے علماء و مشائخ کی قدر کیا کرو۔ آپ اگر جا کر وہاں کے علماء کی تحقیر کرنے لگ جائیں کہ ہم تو دارالعلوم کے فضلاء ہیں اور ان لوگوں نے آپ کے زعم تو خلاصہ اور سے زیادہ کچھ نہیں پڑھا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نے تو عوام میں ایک حلقہ قائم کیا ہے، اس کا اعتماد ہے، عوام اس عالم کی قدر کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں اُس سے بگاڑ لیں۔ ——— تو عوام کب آپ سے وابستہ ہو سکیں گے۔ تو امام ابوحنیفہ نے شاگردوں کو یہی فرمایا کہ اگر جاتے ہی میرا مسلک اور رائے پیش کر دی تو جھگڑا اٹھ کھڑا ہوگا۔ وہاں کا حکم لگ جائے گا۔ شیخ الہندؒ سے کسی شاگرد نے کہا کہ حضور ہمیں کچھ نصیحت کیجئے، انہوں نے فارغ ہونے والے طلبہ سے مختصر سی نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ جو پگڑی آپ کی وجہ سے ہمارے سروں پر رکھی گئی ہے۔ اُس پگڑی کو ہمارے سروں سے نہ چھینیں۔ یہ عزت کی پگڑی طلبہ کی وجہ سے ہے۔ تو تقویٰ زہد احتیاط بہت زیادہ ملحوظ رکھو گے، طالب العلمی تو آزادی کا زمانہ ہوتا ہے، آگے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

بہر تقدیر یہ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں نے حضرت مرشد شیخ العرب والعجم استاذ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ یہ وہ ہستی ہیں کہ استاذ کی خدمت میں مالٹا میں قید تھے تو اطلاع آئی کہ آپ کی اہلیہ انتقال فرما گئیں، پھر بچوں کی وفات کی پھر والد ماجد کی وفات کی تو کہا گیا کہ اگر آپ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے استاذ شیخ الہندؒ ضعیف ہیں بڑھاپے میں ہیں ان کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ لوگ تو انتقال فرما گئے، اب جا کر کیا فائدہ، شیخؒ کو اکیلے چھوڑ دوں۔

شیخ مدنیؒ کی زبان سے ہم نے ساری زندگی میں کوئی ناشائستہ کلمہ نہیں سنا نامناسب کلمہ نہیں سنا۔ اسباق میں۔ اور ان کا درس بھی عجیب تھا کبھی عشاء کی نماز کے بعد رات ایک بجے تک نماز عصر کے بعد مغرب تک سبق ہوتا۔ ۱۲ بجے دوپہر سے دو بجے دوپہر تک سبق صبح کی نماز کے بعد پہلے گھنٹے تک سبق ہوتا۔ آخری ایام میں بخاری اور ترمذی شریف شیخ ختم فرماتے، ایسے حالات میں جتنا کوئی متحمل شخص بھی ہو تو تحمل سے باہر ہو جاتا ہے، مگر ہم نے اپنے شیخ مدنیؒ سے غصہ میں ——— اگر کوئی بڑا غصہ فرماتے تو صرف خلق الانسان من عجل۔ کہہ دیتے حضرت حسن بصری بھی یہ عادت تھی۔ گویا ناگواری بھی یہ آیت کریمہ پڑھ کر ظاہر فرما دیتے۔ اس کے باوجود تحقیق مذاہب فقہی تفصیلات اور وجوہ ترجیح میں کوئی کسر نہ چھوڑتے

(جاری ہے)